ڈاکٹر نبیل احمد نبیل

استاد، شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، ڈویژن آف آرٹس اینڈ سوشل سائنسز، لوئر مال کیمپس، لاہور

ڈاکٹر شیر علی

استاد، شعبۂ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

قیامِ پاکستان کے بعد پروفیسر کرّار حسین بہ حیثیت ثقافتی نقاد: تحقیق و تجزیہ

Dr. Nabeel Ahmed Nabeel

Assistant Professor, Department of Urdu, University of Educaton, Division of Arts and Social Sciences, Lower Mall Campus, Lahore.

Dr. Sher Ali

Associate Professor, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad.

After the Creation of Pakistan, Professor Karrar Hussain As Cultural Critic: Research and Analysis

Discussion of cultures and their respective places in different cultures is the coming field in literature. In Pakistani context, while discussing culture and its relevance to literature, the name of respected scholar Professor Karrar Hussain is of singular importance. Discussions of literature and culture and their interrelationship was a topic on which Polyglot like Professor Karrar Hussain has penned great contribution. Through his analytical studies, the great professor has elaborated specific patterns of life followed by the people. Culture is manifestation of a living society; it is dynamic and ever changing with the pace of life and life. It is important to note that one state might be multi- cultural in different respects. An attempt has been made in this study to take in different scholars and their respective stances with regard to cultures and civilizations and their interconnectivity with literature. The question of what constitutes Pakistani Culture.

Key Words: *Creation, Cultures, Literature, Context, Relevance, Polugot, Contribution, Elaborated, Manifestation.*

کلچر (ثقافت) اور مختلف ثقافتوں کا مختلف ممالک میں مقام در حقیقت ادب کے اُبھرتے ہوئے، نئے موضوعات میں سے ایک ہے۔ پاکستان کے سیاق و تناظر میں جب ہم ثقافت اور اس کے ادب کے تعلق کو موضوعِ سخن بناتے ہیں تو پروفیسر کرّار حسین کا نام کلیدی اہمیت کا حامل نظر آتا ہے۔ کلچر اور ادب کے مباحث

فی الاصل ایسے مباحث ہیں، جن پر صاحب الرائے پروفیسر کرّار حسین نے نہایت عمدگی کے ساتھ روشنی ڈالی ہے اور اس ضمن میں ان کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ اپنے تجزیاتی مطالعات کے حوالے سے پروفیسر کرّار حسین نے لوگوں کی ثقافتی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر نہ صرف سیر حاصل بحث کی ہے بلکہ مذکورہ مباحث اُن کے تجزیاتی مطالعات میں مرکزی حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں اور اس ضمن میں اُنھوں نے عرفان و حکمت کے لازوال آبگینے تلاش کیے ہیں۔ کلچر کسی بھی معاشرے کی پہچان ہوا کرتا ہے اور یہ اپنی ہیئت میں متنوع، حرکیاتی اور مطابقت کے پہلوؤں سے تعبیر و عبارت ہوتا ہے۔ یہاں یہ امر قابلِ غور ہے کہ ایک ریاست مختلف حوالوں سے مختلف ثقافتوں کی حامل ہو سکتی ہے۔ موجودہ مبحث میں اس امر کا مطالعہ کیا گیا ہے کہ جیّد حکما نے کس طرح سے تہذیب و ثقافت کے مختلف اور متنوع پہلوؤں کو اپنے مباحث میں شامل کیا ہے اور اس امر کو مربوط کیا ہے کہ انسانی ثقافت، ادب کے ساتھ کیسے لگّا کھاتی ہے! یا کیسے انسلاک کرتی ہے۔ پاکستانی کلچر کی تشکیل اور اس کے اجزائے ترکیبی کے مبحث کو کلچر، قومی کلچر اور عوامی کلچر کے ہمہ گیر موضوعات کے سیاق و تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ کلچر (ثقافت) اِنسان کے وہ تمام غیر حیاتیاتی یا سماجی پہلو ہیں، جنھیں اِنسان اپنے ماحول سے سیکھتا ہے اور اختیار کرتا ہے۔ کلچر کا تعلق رسم و رواج، عقائد، آرٹ، موسیقی اور اِس طرح کے تمام اِنسانی خیالات و تصورات سے ہے، جو اِنسانوں کا مخصوص گروہ مخصوص وقت میں رکھتا ہے۔ وقت کا تعلق کلچر کے ساتھ جوڑنے کا مطلب یہ ہے کہ کلچر کوئی static یا stagnant شے نہیں ہے بلکہ یہ dynamic یا vibrant شے ہے۔ کلچر میں اِنسانی خیالات و تصورات چار سطحوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ پہلی سطح پر سماجی رویے سامنے آتے ہیں، دوسری سطح پر اِنھی رویوں کی بنیاد پر مشترکہ خصوصیات جنم لیتی ہیں، تیسری سطح پر مشترکہ خصوصیات کی بنیاد پر سماجی سرگرمیوں کو فروغ ملتا ہے، چوتھی اور آخری سطح پر معاشرے میں تخلیقیت کا رجحان سامنے آتا ہے۔ جب کہ سویلزیشن (تہذیب) مجموعہ ہے کلچرز، سائنس، ٹیکنالوجی، انڈسٹری اور ہر طرح کی تنظیم کا، جو اِنسانی ترقی کی سطح کی نمایندگی کرتی ہے، جس کی بنیادی خصوصیات میں مرکزی حکومت، شہری آبادی، مذہب، معاشرتی ڈھانچہ، تصانیف اور فنون شامل ہیں۔ اِس میں سیاسی، معاشی، معاشرتی اور ہر طرح کے مادی پہلوؤں کا اظہار ملتا ہے، جو کہ سویلزیشن کا خاصا ہے، جو ادیب کلچر اور سویلزیشن کو اکٹھا کلچر کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں، وہ کلچر کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ پہلے حصے کو مادی کلچر کا نام دیتے ہیں، جس میں تمام مادی اشیا جیسا کہ سائنس، ٹیکنالوجی، انڈسٹری، تجارت، پیشے، مکانات، عمارتیں،

سڑکیں، باغات، پارکس اور آلات وغیرہ شامل ہیں۔ دوسرے حصے کو غیر مادی کلچر کا نام دیتے ہیں، جس کا تعلق اِنسانی ذہن، اُس کے تصورات، جذبات، فلسفہ، مذہب، عقائد، رسم و رواج، میلے ٹھیلے، لباس، رویے، کھیل اور تمام سماجی سرگرمیوں کے ساتھ ہے۔ حال آں کہ یہی مادی حصہ تہذیب اور غیر مادی حصہ ثقافت کہلاتا ہے۔ انڈیا میں اکثر ادیبوں نے تہذیب و ثقافت کے لیے مجموعی طور پر کلچر کی اصطلاح کو ہی استعمال کیا ہے اور وہاں مسلمان ادیبوں نے مشترکہ کلچر کی بات کی ہے، جن میں ڈاکٹر سید عابد حسین، بیگم صالحہ عابد حسین، ڈاکٹر سید محمود، پروفیسر آل احمد سرور، پروفیسر خواجہ احمد فاروقی، ڈاکٹر مسعود حسین خاں، ڈاکٹر خلیق انجم، پروفیسر محمد حسن، ڈاکٹر قمر رئیس، پروفیسر ظہیر احمد صدیقی، پروفیسر نثار احمد فاروقی، ڈاکٹر تنویر احمد علوی، ڈاکٹر جاوید وششٹ، ڈاکٹر محمد عمر، ڈاکٹر مظفر حنفی اور ڈاکٹر کامل قریشی کے نام نمایاں ہیں۔ جب کہ پاکستان میں اکثر ادیبوں نے تہذیب و ثقافت کے لیے علیحدہ علیحدہ اصطلاحات استعمال کی ہیں لیکن جس طرح مشترکہ کلچر کی گونج ہندوستان میں واضح طور پر محسوس کی جاسکتی ہے، ظاہر ہے کہ وہاں اُردو زبان سماجی سطح پر تکلم کا وہ چیپٹر ہے جو دو طبقاتی سماج میں اشتراکات اور وحدت کے تصورات کو نمایاں کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ادیب اُردو تہذیب اور مشترکہ کلچر کے اوصاف پر خصوصی توجہ دیتے ہیں۔ تقسیم سے قبل تو گاندھی اور نہرو بھی اُردو کو مشترکہ کلچر کی نمایندہ قرار دیتے تھے، ہندوستان کے مسلمان ادیبوں کے یہاں مشترکہ کلچر اور اُردو تہذیب کی آواز واضح طور پر سنائی دیتی ہے، تقسیم کے بعد پاکستانی ادیب اور دانش ور پاکستانی کلچر کی جانب بھرپور توجہ صرف کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ اِن پاکستانی ادیبوں میں محمد حسن عسکری، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، ڈاکٹر سجاد باقر رضوی، ڈاکٹر جمیل جالبی، شمیم احمد، ممتاز حسین، سلیم احمد، سبط حسن، ڈاکٹر محمد اجمل، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، سید محمد تقی، احمد ندیم قاسمی، ڈاکٹر محمد علی صدیقی، فیض احمد فیض، ڈاکٹر سید عبداللہ، سراج منیر، نظیر صدیقی، محمد صفدر میر، ڈاکٹر سلیم اختر، محمد ہادی حسین، جیلانی کامران، انتظار حسین، ڈاکٹر وزیر آغا اور پروفیسر کرّار حسین کے نام نمایاں ہیں۔ کلچر کے موجودہ تصورات میں قومیت کے نئے تصور کو نمایاں حیثیت دی جارہی ہے، جس کے لیے مخصوص جغرافیائی حدود میں رہتے ہوئے کلچر کو مخصوص انداز سے بیان کیا جاتا ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد کلچر کے موضوع کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اس دور کے ادیبوں، دانش وروں اور ناقدین نے خاص طور سے کلچر کے موضوع پر مضامین حوالۂ قلم کیے۔ پروفیسر کرّار حسین کا شُمار بھی اس دور کے پاکستانی دانش وروں میں ہوتا ہے جو پاکستانی سماج میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور وحدت و یگانگت اور یکجہتی

کا فروغ چاہتے تھے۔ وہ اکثر و بیشتر کہا کرتے تھے کہ (۱)"I am half sufi and half communist" دنیاوی اعتبار سے وہ کمیونسٹ تھے اور روحانی اعتبار سے وہ صوفی تھے۔ اُن کے خیالات کے مطابق صوفی ازم اور کمیونزم دونوں کی اپروچ انسانیت کے لیے ایک جیسی ہے۔ سچ کبھی تبدیل نہیں ہوتا مگر حقیقت تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ وہ دورِ جدید کے مسائل کے حل کے لیے انسان میں تخلیقی قوت کی موجودگی پر زور دیتے ہیں، جو اُس کی شناخت کی ضامن ہوتی ہے۔ انھوں نے پاکستانی معاشرے کے اہم مسائل پر نہایت مدلّل انداز سے مضامین تحریر کیے۔ ان کے نزدیک کلچر اعلیٰ انسانی اقدار کے نتیجے میں معاشرے میں جنم لیتا ہے۔ وہ کلچر کو کسی بھی معاشرے کے مخصوص طرزِ زندگی کا اظہار تصور کرتے ہیں۔ وہ کلچر کے متعلق لکھتے ہیں:

> "ہم کلچر کے مسئلوں پر غور بھی کر رہے ہیں اور اس موضوع کو اتنی اہمیت دے کر اپنے بحث کے طریقے (approach) میں اپنے کلچر کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔ شاید کلچر کے مسائل پر غور و خوض کرنے کا ایک مقصد یہ ہو کہ جب مسائل کی تشخیص ہو جائے گی تو اُن کا کچھ حل بھی نکل آئے گا اور جب مسئلے حل ہو جائیں گے تو کلچر پیدا ہو جائے گا اور اگر کوئی پُوچھے کہ آخر کیا ضرور ہے کہ کلچر پیدا ہی کیا جائے؟ تو اِس کا جواب یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر معاشرہ کلچر پیدا کرتا ہے اور اگر ہم کلچر پیدا نہیں کریں گے تو اقوامِ عالم کو کیا منہ دکھائیں گے لیکن شعوری کوششوں سے جان دار کلچر پیدا نہیں ہوتا۔ کلچر کا اہم حصہ اس کا غیر شعوری حصہ ہوتا ہے۔ منصوبہ بندی سے کلچر اس لیے پیدا نہیں ہو سکتا کیوں کہ منصوبہ بندی کے محرکات بھی تو کلچر ہی کا حصہ ہیں۔ یہ بات کہ کلچر کو اس لیے پیدا کیا جائے کہ اس کا پیدا کرنا ضروری ہے یا اگر ہم کلچر پیدا نہیں کرتے تو اقوامِ عالم ہمارے متعلق کیا رائے رکھیں گی، خُود ہمارے ذہنی کلچر کی غمّازی کرتی ہے۔ کلچر ایک معاشرے کے مخصوص طرزِ زندگی کے اظہار کو کہتے ہیں۔ یہ اظہار روزمرہ کے رہن سہن اور میل ملاپ میں بھی ہوتا ہے اور ادب، آرٹ، فلسفے، سائنس میں بھی"۔ (۲)

درحقیقت ہر معاشرے کا کلچر ہوتا ہے۔ افرادِ معاشرہ کے ذریعے ہر کلچر کی نمایندگی ہوتی ہے۔ معاشرے میں اعلیٰ اقدار کا فروغ، افرادِ معاشرہ کا کام ہے۔ اعلیٰ اقدار، روایات، اعلیٰ درجے کی اخلاقیات،

بہترین شعر و ادب، فکر و فلسفہ، آرٹ، علوم و فنون، مذہب، معتقدات، عادات و اطوار، ادب و آداب، شائستگی، بہترین انسانی رویے، مذکورہ عناصر و عوامل کا تعلق انسانی زندگی کے داخلی اظہار سے ہے اور یہ اجزائے ترکیبی کسی بھی معاشرے کے کلچر کی تشکیل و تعمیر میں برابر حصہ لیتے رہتے ہیں اور یہ عمل افرادِ معاشرہ کے مابین تسلسل کے ساتھ صدیوں تک نسل در نسل جاری و ساری رہتا ہے۔ کلچر کوئی ایسا عنصر نہیں ہے جس کو منصوبہ بندی کے ذریعے پیدا کرنے کی ضرورت پیش آئے بلکہ ہر انسانی معاشرہ اور اس کے افراد باہمی زندگی کے ارتباط اور تال میل کے نتیجے میں کلچر کی پیدائش کو یقینی بناتے رہتے ہے۔ کلچر کا کام یہ ہے کہ وہ کسی بھی معاشرے کے طریقِ زندگی کا مظہر ہے۔ کلچر کے ذریعے کسی بھی معاشرے یا اس کے اندر مختلف طبقات، گروہوں یا کلاس وغیرہ کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے اور اس کے علاوہ کسی بھی سماج کے اندر سماجی رویوں کی پیش گوئی بھی کلچر کا فریضہ ہے۔

شیخ محمد اکرام کلچر کے بارے میں لکھتے ہیں:

> "ثقافت (کلچر) کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ وہ زندگی کی روحانی، فکری، مذہبی اور اخلاقی قدروں کی مجسم تصویر کا نام ہے، سچائی، حسن، خیر محض، اِنصاف اور محبت اِسی کلچر کی کرنیں ہیں"۔ (۳)

Rcragun Ryan T. Cragun اپنی کتاب "Introduction to Sociology" "سماجی زندگی کے عناصر کو کلچر کے نمایندہ گردانتے ہیں:

> "عمومی اعتبار سے سماجی زندگی کے جن عناصر کو انسانی کلچر کا حصہ تصور کیا جاتا ہے، اُن میں قصے، عقاید، ابلاغ، خیالات، فنون، مذہبی اعمال، فیشن، رسم و رواج، عقلِ لطیف اور مخصوص علوم شامل ہیں"۔ (۴)

اگرچہ سوسائٹی لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے لیکن وہ انسانوں کے مجموعے سے زیادہ حیثیت رکھتی ہے اورانسانوں کا مجموعہ ایک سوسائٹی کے لیے ضروری ہے اور جب اس مجموعے کے لوگوں کے عام رویوں کو مربوط کیا جاتا ہے تو اس مجموعے کو سوسائٹی کہا جاتا ہے۔ سوسائٹی لوگوں کے گروہوں یا تنظیم پر دلالت کرتی ہے۔ کلچر، سوسائٹی کی ایک پیداوار ہے، اگرچہ کلچر میں ایک انسانی گروہ کے مخصوص طرزِ عمل کے ساتھ ربط و تعامل اور دہرائے جانے والے اطوار کے وجود کا پہلے سے موجود ہونا ضروری ہے۔ کلچر میں انسان اپنے

نظریات، زبان کے ذریعے متون میں معنی کی تخلیق اور معنی کا علم جو شعوری اور لاشعوری طور پر لوگ آپس میں share کرتے ہیں، کلچر اُن پر دلالت کرتا ہے۔ پروفیسر کرّار حسین لکھتے ہیں:

> "کلچر کے لیے ضروری ہے کہ زندگی میں یقین و نظر، فخر و سُرور، اپج اور اُٹھان کی خصوصیات معاشرے میں موجود ہوں جس طرح کسی نظم میں معنی اور اظہار کو علاحدہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ فن، فلسفہ اور ادب ایک فردِ واحد کے شاہ کار بھی ہوتے ہیں، لیکن وہ اس معاشرے کی بھی پیداوار ہوتے ہیں جس کا ایک حصہ وہ فرد ہے اور کلچر کے لحاظ سے یہی دوسرا پہلو اہم ہے۔ یہ شاہ کار کلچر کا اظہار بھی ہوتے ہیں اور کلچر کو پیدا بھی کرتے ہیں۔ کوئی نظم، عمارت، گانا بالذّات کلچر نہیں ہے بلکہ کلچر کے لحاظ سے اہم بات یہ ہے کہ معاشرے میں اس کا کیا مقام ہے۔ معاشرے نے اس کو کس حد تک پیدا کیا؟ اور معاشرے کا اس کے متعلق کیا ردِ عمل ہے؟ دیہاتی ناچ کا، قوالی کا، بھجن کا، قرأت کا، ناچ گانے کی ہر قسم کا ایک مخصوص ماحول ہوتا ہے جس سے وہ پیدا ہوتے ہیں اور کچھ آداب و شرائط ہوتے ہیں جن میں ان کا اظہار ہے۔ افسروں اور کلرکوں اور نودولتیوں کے سامنے مصری قرأت اور لُڈی ناچ اور قوالی اور ٹھُمری اور بھنگڑا ناچ پیش کر کے اس کو 'کلچرل شو' کا نام دینا کلچر کا مُنہ چڑانا ہے"۔(۵)

وہ تمام علوم و فنون، فکر و فلسفہ، شعر و ادب جو داخلی زندگی کا اظہار ہیں، دراصل یہی وہ اجزائے ترکیبی ہیں جو کلچر کا اظہار ہیں۔ پروفیسر کرّار حسین نے وہ اجزا یا عناصر جو زندگی کے خارجی مظاہر سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو بھی کلچر میں شامل کر دیا ہے جب کہ خارجی مظاہر تو تہذیب و تمدن سے متعلق ہیں۔ انھوں نے ناچ، لُڈی اور بھنگڑا وغیرہ کا ذکر کیا۔ ان مظاہر کا تعلق بھی سوسائٹی ہی سے ہے۔ تمام طبقات، گروہ یا کلاسز کا کلچر مخصوص معاشرے کا کلچر ہوتا ہے اور کلچر میں ہر طرح کی سرگرمیاں شامل ہیں۔ ہر فرد قومی کلچر کی الگ الگ صورت ہے۔ قومی کلچر میں تمام طبقات یا گروہ ایک مرکزی دھارے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ کلچر کے غیر مادّی نوعیت کے تقابل و موازنہ میں تہذیب مادّی ہے۔ اس میں مادّی یا concrete اشیا جو انسان استعمال کرتا ہے جیسا کہ گھر مختلف اقسام کے آلات، سامان، ہتھیار، برتن اور ذرائع آمد و رفت وغیرہ۔ ایک کلچر میں تحریری زبان، تخلیقی علوم و فنون، فلسفہ اور نظامِ فکر ایسے بہت سے عناصر و عوامل شامل ہوتے ہیں۔ تہذیب وہ حالت ہے جو

کلچر کی پیروی کرتی ہے۔ تہذیب کو اعلیٰ نامیاتی کلچر کے بعد کی حالت کے طور پر واضح کیا جاسکتا ہے۔ تہذیب میں مُفید مادّی اشیا اور پیداوار کے طریقوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ تہذیب کا تعلق انسانی سماج کے خارجی مظاہر سے ہوتا ہے۔

کلچر اور سویلزیشن کے امتیازات کے متعلق پروفیسر کرّار حسین نے لکھا ہے:

"کلچر (ثقافت) کے ساتھ ساتھ ایک اور لفظ سویلزیشن (تہذیب) بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ ان کے آپس کے تعلق پر دو مختلف اہم آرا ہیں۔ ایک تو یہ کہ کلچر کا دور کسی معاشرے کی زندگی میں پہلے ہوتا ہے۔ شاعروں اور نبیوں کا دور، اور تہذیب کا دور خاتمہ پر ہوتا ہے۔ انجینیئروں اور ماہرینِ معاشیات کا دور، اس کے بعد معاشرے کی زندگی ختم ہوجاتی ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ تہذیب کا تعلق زندگی کے اداروں، قدروں اور اندازوں کے خارجی پہلو سے ہوتا ہے اور کلچر کا داخلی پہلو سے۔ گویا کلچر اور تہذیب کا تعلق روح اور جسم کا سا ہے۔ اس معنی میں کسی تہذیب کے معاشی دور کا اثر کلچر پر پڑتا ہے، لیکن اس سے کلچر کا درجہ متعین نہیں ہوتا۔ مثلاً ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ تمام وہ معاشرے جو جاگیر دارانہ دور سے گُزر رہے ہیں یا صنعتی دور سے گزر رہے ہیں، ایک ہی کلچر رکھتے ہیں۔ کلچر کی تشکیل میں ماحول کے علاوہ مذہب اور تاریخ بھی زبردست عوامل ہیں یا کلچر کے نقطۂ نظر سے یہ بات ضرور اہمیت رکھتی ہے کہ کسی معاشرے میں ترقی کی بس ایک سمت، مادّی ترقی ہی تسلیم کی جائے یا فی کس آمدنی کا اوسط ہی معیارِ زندگی بن جائے یا اپنی مفلسی کی وجہ سے قومیت اور دوسری قوموں میں دولت اور طاقت کے مظاہروں سے مسحوریت کی کیفیت طاری ہوجائے اور ظاہر ہے کہ یہ تمام رُجحانات مادّی ترقی کے لیے مفید ہوں تو ہوں، لیکن کلچر کے لیے بہت غیر صحت مندانہ ہیں۔ ہمارے پاس یہ ماننے کے لیے کوئی جواز نہیں ہے کہ موجودہ یورپ جو دولت اور طاقت میں سولھویں صدی کے یورپ سے بہت بڑھا ہُوا ہے، کلچر کے اعتبار سے بھی نشاۃِ ثانیہ کے یورپ پر فوقیت رکھتا ہے"۔ (۶)

کلچر اور سویلزیشن الگ الگ اصطلاحات ہیں اور ان کے حدود میں بھی واضح فرق ہے۔ کسی بھی معاشرے کا کلچر پہلے ہوتا ہے جو کہ ضروری اور لازمی ہے۔ تہذیب کے لیے کلچر کا ہونا ناگزیر ہے۔ کلچر انسانی زندگی کا داخلی اظہار ہے اور تہذیب کا تعلق انسانی زندگی کے خارجی مظاہر سے ہے۔ معیشت کا تعلق تہذیب سے ہے چوں کہ معیشت خارجی زندگی کے اظہار سے عبارت ہے۔ ادارے معاشرے کے ہوتے ہیں اور اقدار کا تعلق کلچر سے ہے، تہذیب سے نہیں ہے۔ تہذیب کا دور خاتمہ پر نہیں ہوتا بلکہ معاشرتی زندگی میں تہذیب خارجی ساختیے کی نمایندگی کرتی ہے۔ کلچر مقامی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کے اندر مختلف علاقائی یا مقامی ثقافتیں ہوتی ہیں۔ کلچر تحرک سے عبارت ہے، اس لیے کلچر میں تبدیلی کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ جاگیردارانہ معاشروں کا اپنا کلچر ہوتا ہے۔ صنعتی معاشروں کا اپنا کلچر ہوتا ہے۔ ہر کلچر الگ الگ اپنی پہچان رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پروفیسر کرّار حسین کلچر کو روح اور تہذیب کو جسم تصور کرتے ہیں۔ اقوام کی بشریاتی تاریخ اور تہذیبی صورتِ حال سے کلچر اور تہذیب کے تعلق کی نوعیت کے سیاق میں ڈاکٹر سید عابد حسین لکھتے ہیں:

> "جن خصوصیات کی بنا پر قومیں واقعی بنتی ہیں، اُنھیں مدنظر رکھا جائے تو صرف جغرافیائی وحدت اور عام تہذیبی وحدت کو قومیت کے لیے لازمی شرائط کہہ سکتے ہیں۔ باقی مذہب، نسل، زبان اور تاریخ کا اشتراک اگرچہ سیاسی اتحاد کے لیے نہایت اہم شرائط ہیں لیکن لازمی شرائط نہیں۔ پھر تہذیب کے معاملے میں کامل وحدت تو محض ایک نصب العین ہے، جسے مختلف قوموں نے مختلف حد تک حاصل کیا ہے"۔(۷)

پروفیسر کرّار حسین کے نزدیک مذہب، ماحول اور تاریخ، کلچر کے تین ایسے عوامل ہیں جو دنیا کے کسی بھی خطے کے کلچر کو متاثر کرتے ہیں۔ اُنھوں نے مذہب کو وسیع معنوں میں استعمال کیا ہے، جس میں عقائد اور زندگی کے تمام رویے شامل ہیں، جن میں ہر طرح کے غور و فکر پر اُن کا زور ہے جسے وہ عمل انگیز (Catalyst) سے تشبیہ دیتے ہیں، جو خود تبدیل ہوئے بغیر سب کچھ تبدیل کر دیتا ہے۔ دوسرے عامل ماحول میں اُنھوں نے جغرافیائی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی ماحول کی بات کی ہے۔ جغرافیائی ماحول مخصوص حدود کی بات کرتا ہے، معاشرتی ماحول باہمی تعلقات پیشِ نظر ہوتے ہیں، معاشی ماحول پیداوار کی آئیڈیالوجی کو موضوعِ سخن گردانتا ہے اور سیاسی ماحول مفادات کی نمائندگی کرتا ہے جس میں مختلف ثقافتوں کے ذریعے سماج میں وحدت کی صورتِ حال پر توجہ دی جاتی ہے۔ ماحول کے یہ تمام اجزا کلچر پر یکساں اثرانداز ہوتے ہیں۔ تیسرا

عامل تاریخ، تاریخی واقعات و حوادث اور تاریخی شعور کا ہے جس میں کسی بھی قوم کے ہیروز، اُس قوم کی شکست و فتح اور اُس کا ماضی شامل ہیں، جن کی بنیاد پر کسی بھی قوم کے لوگ ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ کلچر کی وحدت کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کرّار حسین نے اِنھی عوامل پر بحث بھی کی ہے۔ محض مذہب کا ایک ہونا اُن کے نزدیک کلچر میں وحدت پیدا کرنے کا باعث نہیں بن سکتا اور اُن کی اِس بات میں خاصا وزن ہے۔ دنیا میں اِس وقت مسلم اکثریت والے پچاس ممالک ہیں، مگر اِن تمام ممالک کا کلچر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہوا کہ مذہب کا ایک ہونا، کلچر کے ایک ہونے کی دلیل نہیں ہے، مگر کلچر کے ایک جزو کے طور پر مذہب کی شمولیت ناگزیر ہے۔ جغرافیائی ماحول کی جہاں تک بات ہے، تو صرف اِس ایک عامل کے ہونے سے بھی پروفیسر کرّار حسین کے نزدیک کلچر میں وحدت پیدا نہیں ہوتی۔ اپنی اِس بات کو ثابت کرنے کے لیے وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مثال پیش کرتے ہیں، جو صدیوں تک ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کے باوجود اپنا کلچر علیحدہ علیحدہ ہی رکھتے ہیں۔ اُن کی یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے، یعنی جغرافیہ تبدیل ہونے سے کلچر بھی تبدیل ہو جاتا ہے، اور ایک ہی جغرافیائی ماحول میں رہنے کے باوجود بھی لوگوں میں مختلف کلچر ز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے پہلے مشترکہ ہندوستانی کلچر کی بات ہوتی رہی اور اِس کلچر میں بھی مختلف علاقائی رنگ نظر آتے ہیں، پھر جغرافیہ تبدیل ہونے سے یہی کلچر ہندوستانی کلچر اور پاکستانی کلچر میں تبدیل ہو گیا، پھر ۱۹۷۱ء کے بعد سے بنگلہ دیشی کلچر بھی اُبھر کر سامنے آ گیا۔ قومیت کے نئے بیانیے نے کلچر میں جہاں نئے رنگ بھرے، وہیں اِسے جغرافیائی حدود کا پابند بنانے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ پیداوار کے طریقے ایک جیسے ہونے سے بھی کلچر میں وحدت پیدا نہیں ہو جاتی۔ اپنی اِس بات کی دلیل میں پروفیسر کرّار حسین نے قرونِ وسطیٰ کے مسلم معاشرے اور یورپی معاشرے کی مثال پیش کی ہے، جہاں پیداوار کے طریقے ایک جیسے تھے، مگر ہر دو خطوں کا کلچر یکسر مختلف تھا۔ اِن تمام عوامل پر بحث سے ایک بات تو واضح ہو گئی کہ کسی بھی معاشرے کے اندر جو مختلف عناصر و عوامل بیک وقت کار فرما ہوتے ہیں، ہر عامل کا معاشرے پر اپنا مخصوص رنگ نظر آتا ہے۔ اِن کے مشترکہ تاثر سے معاشرے کی ایک تصویر بنتی ہے، جو اُس معاشرے کا کلچر کہلاتا ہے۔ اِس ضمن میں پروفیسر کرّار حسین لکھتے ہیں:

> "ایک کلچر کے اندر جو مختلف عوامل کام کرتے ہیں اور اُن کا جو مجموعی اثر ہوتا ہے، تو اُس سے جو زندگی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، اُس کو ہم کلچر کہہ دیتے ہیں"۔ (۸)

مذہب اور خدا کے تصور کو کلچر کے ساتھ جوڑ کر مغرب میں بھی پیش کیا گیا ہے مگر مذہب بھی کلچر کا ایک عامل ہی تصور کیا جاتا ہے۔

میتھیو آرنلڈ "Culture and Anarchy" میں لکھتے ہیں:

"اتمام کا مطالعہ کلچر ہے جہاں توجیہ قایم کی جاسکتی ہے مگر بالآخر خدا کی مرضی کا ہی بول بالا ہے"۔(۹)

ہینری وین ٹل "The Calvinistic Concept of Culture" میں لکھتے ہیں:

"کلچر زمینی صورت حال کو محکوم بنانے کی خالصتاً انسانی کاوش کا نام ہے تاکہ خدا کی تخلیقی مرضی سے متعلق احکامات کو پورا کیا جاسکے"۔(۱۰)

ٹی ایس ایلیٹ "Notes Towards the Definition of Culture" میں لکھتے ہیں:

"مذہب کے بنا دنیا کا کوئی کلچر پنپ نہیں سکتا"۔(۱۱)

کلچر کی بات چاہے مشرق میں ہو یا پھر مغرب میں، مذہب کو کلچر کے ایک لازمی حصے کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ پروفیسر کرّار حسین نے بھی کلچر کے عوامل کو بیان کرتے ہوئے سب سے پہلے مذہب کی ہی بات کی ہے، کیوں کہ مذہب کی جھلک کسی نہ کسی حد تک دنیا کے ہر کلچر میں دیکھی جاسکتی ہے، مگر پروفیسر کرّار حسین کے یہاں کلچر میں مذہب کے عامل کو وسیع تناظر میں شامل کر کے پیش کیا گیا ہے۔ اِسی وسیع تناظر کو انھوں نے عمل انگیز (Catalyst) کا نام دیا ہے۔ برصغیر میں آنے والے مسلمانوں میں عرب، ترک، ایرانی اور پٹھان شامل تھے۔ پروفیسر کرّار حسین کے نزدیک برصغیر کے کلچر پر ایرانی اور ترکی کلچر کے رنگ نمایاں نظر آتے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کی آبادی نہ صرف مختلف النسل ہے بلکہ اِن کی زبانیں بھی مختلف ہیں۔ تہذیب کے اعتبار سے بھی یہاں خاصا فرق موجود ہے، جس کے باعث یہاں وحدت کی نمایاں کمی ہے۔ ہندوستان میں سیاسی اعتبار سے دربار اور روحانی اعتبار سے خانقاہیں، یہاں کے معاشرے کے دو قطب رہے ہیں۔ پروفیسر کرّار حسین اِن دونوں قطبین کو سیاسی اور روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ کلچر کے مراکز بھی قرار دیتے ہیں، جو مسلمانوں کے علاوہ ہندوؤں پر بھی اثر انداز ہوئے، یہیں سے ایک ایسے کلچر کی بنیاد بھی پڑی، جسے ہندوستان میں اہم تخلیق کار، دانش ور اور متعدد ادیب اور نقاد مشترکہ کلچر سے تعبیر کرتے ہیں،

ثقافتی اور سماجی سطح پر مذکورہ اشتراک کی ضامن اُردو زبان اور مقامی صوفیانہ تصورات ہی ہیں۔ اِس ضمن میں داکٹر خلیق انجم لکھتے ہیں:

"اگر آج برصغیر میں کوئی ایسی تہذیب ہے جسے ہم ہند ایرانی کلچر یا ہندو مسلم کلچر یا مشترکہ کلچر کہہ سکتے ہیں تو وہ عالموں، شاعروں، ادیبوں اور اِن سب سے بڑھ کر مسلمانوں اور ہندو صوفیائے کرام کی دین ہے۔ اِس کلچر کے فروغ میں عوام کا بھی براہِ راست حصہ ہے۔ جو مسلمان دوسرے ملکوں سے آئے تھے اُنھوں نے یہاں کے رسم و رواج، طور طریق، لباس، زبان غرض ہر چیز کو متاثر کیا اور خود بھی متاثر ہوئے۔ اِس کلچر کی تشکیل میں سب سے بڑا حصہ اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے ہندوستان میں اسلام قبول کیا۔ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہوگئے لیکن اُنھوں نے اپنی بیشتر ہندو روایات اور رسم و رواج کو قائم رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ہند، پاکستان اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے جو رسم و رواج ہیں وہ ننانوے فی صدی ہندوستانی ہیں۔ شادی، غمی، بچے کی پیدائش، اُس کی تربیت، موت غرض اِن تمام موقعوں پر جو رسمیں ادا کی جاتی ہیں، وہ سب ہندوستانی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہندو جن موقعوں پر منتر پڑھتے ہیں، مسلمان قرآن شریف"۔ (۱۲)

برصغیر پر یورپی اور مسلم ثقافتی اثرات کے ضمن میں خیال ظاہر کرتے ہوئے ڈاکٹر ناصر عباس نیر لکھتے ہیں:

"یورپی اور مسلم ثقافتی اثرات میں بنیادی نوعیت کا فرق ہے۔ یورپی اثرات نے علیحدگی پسندی کو جب کہ مسلم اثرات نے مخلوطیت کو فروغ دیا۔ دونوں کے اثر سے برصغیر میں ایک نیا 'کلچر' پیدا ہوا۔ کم و بیش ایک ہزار برسوں پر محیط مختلف مسلم حکومتوں کے زیرِ اثر جس کلچر کی نمود ہوئی، وہ مقامی اور بیرونی عناصر کا امتزاج تھا، مگر ایک ایسا امتزاج جس میں اگر کوئی درجہ بندی تھی تو وہ یورپی ثقافتی اثرات کے بالکل الٹ تھی۔ یعنی مسلم اثرات مقامی ثقافتوں پر مسلط ہونے، اُنھیں اپنے خاص رنگ میں رنگنے، اور اُن کی اپنی انفرادی شناخت مٹانے سے زیادہ، حلیف بنتی تھیں"۔ (۱۳)

ڈاکٹر ناصر عباس نیر نے غیر منقسم ہندوستان کی معاشرتی و ثقافتی تشکیل اور بشریاتی تاریخ میں مسلم اثرات کے سیاق و تناظر میں جس عنصر کو واضح کیا ہے، وہ مسلم ذہن و فکر کے زیرِ اثر ہندوستانی سماج میں یگانگت اور وحدت کو پیدا کرنا جب کہ نو آبادیاتی دور میں استعماری طاقت کے زیرِ اثر ایک ایسے کلچر کی تشکیل و تعمیر کی تشخیص کی وضاحت کی ہے کہ یورپیوں کی یلغار و تسلط کے بعد غیر منقسم ہندوستان کا معاشرتی ڈھانچہ وحدت اور یگانگت کے برعکس اپنی حرکیات پر کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ یورپیوں کی آئیڈیالوجی کے زیرِ اثر ہی سماجی اور ثقافتی سطح پر غیر منقسم ہندوستانی معاشرے کی بشریاتی تاریخ اور وحدت کو توڑنے اور اس میں شگاف ڈالنے کی شعوری کوشش تھی۔

کلچر اور جغرافیائی حدود کے حوالے سے ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

> "جب میں پاکستانی کلچر کا نام لیتا ہوں تو میرا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں ایک جغرافیائی حدود میں رہنے والے لوگوں کی اُس روح کو دریافت کروں جو قومی سطح پر ایک بنگالی، ایک پنجابی، ایک سندھی، ایک پٹھان، ایک بلوچی اور ایک مہاجر میں مشترک ہے اور جس کے باعث اِن سب کے طرزِ فکر و عمل میں نہ صرف مماثلت اور اشتراک پایا جاتا ہے بلکہ جس میں ہر علاقے کا رہنے والا برابر کا شریک ہو"۔ (۱۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی کلچر اُن عوامل پر توجہ صرف کرتے ہیں جو فیڈریشن یا مرکز کو ایک وحدت میں پروتے ہیں جن میں پاکستانیت، اُردو زبان اور پاکستانی کلچر میں مسلم ذہن و فکر اور پاکستان کی نظریاتی و جغرافیائی حدود کو مرکزی حیثیت کا حامل قرار دیا جا سکتا ہے، یہی وہ عناصر و عوامل ہیں جو پاکستانی کلچر کی تشکیل و تعمیر میں بنیادی کردار کے حامل ہیں۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ تمام عناصر و عوامل داخلی صورتِ حال سے ہی عبارت ہیں۔ کلچر کو عموماً تین طرح سے بیان کیا جاتا ہے۔ پہلی صورتِ حال Ideal ہے، جس میں عالمی اقدار کی بات کی جاتی ہے جو کہ انسانی سوچ کی عکاس ہیں۔ یہاں کلچر انسانی ذہن کی پختگی کے عمل کو تکمیل کی طرف لے جانا چاہتا ہے۔ دوسری صورتِ حال Documentary ہے، جس میں کلچر تخیل کی وسیع پیداوار کی مدد سے انسانی تجربات و احساسات کو محفوظ کرتا ہے، جو تنقیدی سرگرمیوں کو پروان چڑھاتا ہے۔ اِسی کی بنیاد پر تصورات، خیالات اور تجربات کی نوعیت اور زبان کی کیفیت کو بیان کیا جاتا ہے اور اِن کی قدر و قیمت متعین کی جاتی ہے۔ تیسری صورتِ حال Social ہے، جو سماجی رویوں کی آئینہ دار ہے، جس میں کلچر زندگی کے مخصوص

طرزِ عمل، رویوں اور اداروں کی نمائندگی کرتا ہے۔ کلچر مجموعی طور پر Dynamic طرزِ فکر و عمل رکھتا ہے، جس میں وقتاً فوقتاً بہت سی تبدیلیوں کا امکان جاری و ساری رہتا ہے۔

ریمنڈ ولیمز "The Analysis of Culture" میں لکھتے ہیں:

"کسی بھی سوسائٹی میں مجموعی طور پر ثقافتی تبدیلیاں، آباؤ اجداد کے انتخاب اور پھر انتخاب کے تسلسل کے طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔ مخصوص انداز میں خطوط کھینچے جاتے ہیں جو ایک صدی تک بھی چلتے ہیں اور بعد میں اچانک کلچر کی نشوونما کے دوران کسی نئے عرصے کے لیے پرانے خطوط منقطع کر دیے جاتے ہیں یا پھر یہ کمزور پڑ جاتے ہیں اور نئے خطوط وضع کر لیے جاتے ہیں"۔ (۱۵)

کلچر پیدائشی نہیں ہے۔ امتیازی خصوصیات (traits) معاشرتی تعاملات، عادات اور افکار کے ذریعے سیکھی جاتی ہیں جو کہ کلچر کہلاتا ہے۔ سماجی زندگی میں انسان ثقافتی رویوں کا اظہار کرتا ہے کیوں کہ اس میں علامتی گفتار کی صلاحیت ہوتی ہے۔ کلچر کی ایک نسل سے دوسری میں ترسیل ہوتی ہے جس کے نتیجے میں کلچر تسلسل کے ساتھ مجموعہ (accumulating) بن جاتا ہے۔ نئی نسل اپنے سے پیشتر نسل کے تجربات سے کلچر کی ابلاغی و ترسیلی صلاحیتوں کے ذریعے مستفید ہوتی ہے۔ فردِ واحد کلچر کی منتقلی اور ترسیل میں کچھ حصہ لیتا ہے، لیکن کلچر انفرادی کے بجائے سماجی ہے۔ یہ گروہوں یا طبقات کے افراد کی توقعات کا داخلی اظہار ہے...... انسان طبقات یا گروہوں سے الگ رہ کر کلچر تخلیق نہیں کر سکتا۔ کلچر میں وہ مثالی طرزِ عمل اور رویوں کی اقدار شامل ہیں جن کے مطابق معاشرے کے افراد عمل کرتے ہیں۔ سماج ان آدرش، اقدار اور طرزِ عمل کو قبول کرتا ہے۔ کلچر اُن اخلاقی اور سماجی ضروریات کو پورا کرتا ہے جو اپنے آپ میں مکمل ہیں۔ سماجی عادات کلچر میں شامل ہیں۔ عادات صرف اُن سرگرمیوں سے تشکیل پاتی ہیں جو کہ کچھ ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ ان ضروریات کو پورا کیے بغیر کلچر وجود نہیں رکھ سکتا۔ کلچر میں ایک ترتیب اور مربوط علامتی نظام ہوتا ہے جو زبان کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے متعدد حصے ایک دوسرے سے پیوست ہوتے ہیں اور کوئی نیا عنصر جو متعارف کروایا جاتا ہے، وہ بھی اس میں مربوط ہو جاتا ہے۔ وہ ثقافتیں جو بیرونی اثرات کو قبول کرتی ہیں، وہ زیادہ متنوع ہوتی ہیں، لیکن پھر بھی ان ثقافتوں کو کسی نہ کسی حد تک مربوطتیت کے عمل سے کلچر ہی گزارتا ہے۔ اِس طرح کلچر سماجی اور مثالی اوصاف سے مزین ہوتا ہے اور انسان کی بہت سی ضروریات کو پورا کرتا

ہے۔ اس میں ابلاغ، مطابقت اور مربوطتیت کی خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ انسان کی مخصوص خُوبی ہے۔ یہ اس کے سماجی ورثے کا ثبوت ہے۔ ماحول کی تسخیر کے نتیجے میں کلچر میں تبدیلی کا عمل ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے اور اِس طرح منقلب ہونے کے عمل (transformation) کے نتیجے میں یہ لگاتار بیرونی طاقتوں سے مطابقت اختیار کرتا ہے، لیکن ایک دفعہ یہ ترقی یافتہ ہو جاتا ہے تو قُدرتی ماحول کا اثر کم ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کلچر کے متعدد پہلو بھی ترقی یافتہ ہو جاتے ہیں اور اُن میں داخلی مطابقت نتیجتاً ضروری ہو جاتی ہے۔ سماج اور کلچر ایک دوسرے کے مرادف ہونے کے ساتھ ساتھ مخصوص داخلی و فکری عوامل سے متصف ہوتے ہیں جو ارفع اقدار کی تخلیق کے بھی ضامن ہوتے ہیں۔ یہی داخلی و فکری عناصر ایک ملک کی جغرافیائی حدود کے اندر کلچر کی تشکیل اور اقوام کی شناخت کا وسیلہ ٹھہرتے ہیں۔ کلچر کو انسانی ذہن ہی خلق کرنے میں اپنی تخلیقی توانائیوں کو بروئے کار لاتا ہے۔

☆ کلچر اُن عناصر پر مشتمل ہے جو انسان نے تخلیق کیے ہیں اور جس میں وہ پہلے سے بہتری پیدا کر سکتا ہے۔

☆ نادر و نایاب عناصر کا تعارف؛ کلچر کی پیچیدگی اور خُوبیوں میں اضافہ کرتا ہے۔

☆ ایک نسل سے دوسری نسل تک (Psychic Form) میں اپنا ابلاغ کرتا ہے۔

☆ کلچر صرف انسانی معاشرے میں پایا جاتا ہے۔

ریمنڈ ولیمز "Culture and Society" میں لکھتے ہیں:

> "ہم ایک عبوری سوسائٹی میں رہتے ہیں اور کلچر کا تصور اُن قوتوں کی بدولت شناخت حاصل کرتا ہے جو اُس عبوری سوسائٹی کا حصہ ہوتے ہیں۔ کلچر اُن لوگوں کی وجہ سے پروان چڑھتا ہے جنھیں فراغت حاصل ہے۔ نئی نسل اپنے آبا سے جو کچھ حاصل کرتی ہے جس میں مستقبل کی انسانیت شامل ہوتی ہے، اب وہ اِنھی پابندیوں سے آزادی چاہتے ہیں"۔ [۱۶]

زبان اور کلچر کے تناظر میں بات کرتے ہوئے ڈاکٹر شمیم حنفی اُردو تہذیب کے اجتماعی تجربے کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"اُردو تہذیب کا مزاج بنیادی طور پر مخلوط، لوچ دار اور ہمہ گیر یا امتزاجی اور Inclusive رہا ہے۔ ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ کے ہر دور میں دوسری تمام علاقائی زبانوں کی بہ نسبت زیادہ کشادہ اور کثیر الجہات، یہ تہذیب ایک ایسے اجتماعی تجربے سے مربوط رہی ہے جس میں کسی ایک علاحدگی پسندانہ یا این و آں میں فرق کرنے والی Exclusive روایت کی بجائے، ایک ساتھ کئی روایتوں کے رنگ شامل ہیں"۔(۱۷)

اُردو زبان دراصل تہذیبی وحدت کا فریضہ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ علاقائی ثقافتوں کو ایک لڑی میں پرونے کا نام ہے۔ اُردو ایک ایسی ہند آریائی زبان ہے جو کشادہ قلبی ایسے عناصر سے عبارت ہونے کے ساتھ ساتھ علاقائی زبانوں کی ثقافتوں کے مابین لسانی رابطے کا فریضہ بھی احسن طریقے پر سرانجام دیتی ہے۔ ڈاکٹر شمیم حنفی نے درحقیقت اُردو زبان کو تہذیب کا درجہ دیتے ہوئے، اُردو کے اِنھی عوامل کی جانب توجہ مبذول کرائی ہے۔ اگرچہ کلچر کا تعلق انسان کے ذہن و فکر سے ہے اور تہذیب کا رشتہ جارجی مظاہر سے ہے، باوجود اِس کے ڈاکٹر شمیم حنفی کی اُردو تہذیب سے مراد اُردو زبان ہی ہے جو مشترکہ کلچر کی ضامن ہے۔ واضح رہے کہ تہذیب کے اجزا عموماً فزیکل، حیاتیاتی اور ٹیکنولوجیکل ہوتے ہیں۔ تیکنیک، تہذیب کا ایک حصہ ہے۔ تہذیب؛ ماحول کے ساتھ فزیکل مطابقت اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تہذیب خارجی سٹرکچر کی نمایندگی کرتی ہے۔ نیچر کے ساتھ انسان کی مطابقت اختیار کرنے کی تیکنیک اس میں شامل ہے۔ پس تہذیب کے اجزا بیرونی و خارجی اور واضح ہوتے ہیں۔ تہذیب کے مطالعے میں مکانات، ابلاغ کے ذرائع، لباس، صنعتیں اور ہتھیار وغیرہ شامل ہیں۔ پروفیسر کرّار حسین کلچر کے حوالے سے قبلِ مسیح کے یونانی سماج سے سقراط، ایلزبتھ کے زمانے میں شیکسپیئر اور ہندوستان میں میر و غالب کا ذکر کرتے ہوئے کچھ یوں لکھتے ہیں:

"تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ کلچر کی ترقّی کے لیے تعلیم کو عام کیا جائے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ کلچر کے معنی ایک دو بڑے مفکّر یا ادیب یا شاعروں کا پیدا ہونا نہیں ہے بلکہ کلچر درجہ بہ درجہ پورے معاشرے کا ہوتا ہے۔ یونانِ قدیم میں کلچر کی دلیل سُقراط نہیں ہے بلکہ یہ حیرت انگیز حقیقت ہے کہ لوگ ایتھنز کے بازاروں اور چوراہوں پر کھڑے ہوئے، اس شوق اور انہاک کے ساتھ اس کی دقیق اور فلسفیانہ بحثوں میں حصہ لے

رہے تھے جس طرح اپنے زمانے کے آدمی کسی مداری کا تماشا دیکھ رہے ہوں یا اولمپک کے میلے کے تماش بین یہ فیصلہ کر رہے ہوں کہ سال کا سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ ایلزبتھ کے زمانے میں انگلستان کے کلچر کی دلیل شیکسپیئر نہیں ہے بلکہ یہ حیرت انگیز حقیقت ہے کہ لندن کے کرخن دار، گھنٹوں اس کے کھیل میں محو ہیں اور فن کار اور اس کے سامعین میں ایک گہری telepathy موجود ہے۔ اس طرح کلچر کی دلیل میرؔ اور غالبؔ نہیں ہیں بلکہ اس زمانے کے بے مثال ادارے مشاعرے ہیں اور وہ مقام ہے جو میر اور غالب کو اپنے زمانے کی سماجی زندگی میں حاصل تھا بلکہ وہ تعلق جو اُن کو سماجی زندگی سے تھا۔"(۱۸)

پروفیسر کرّار حسین کے نزدیک اعلیٰ کلچر کی پیداوار کے لیے مذکورہ سماج اپنی تمام تر حرکیات کے ساتھ اہمیت کا حامل ہے، اُن کے نزدیک کوئی فردِ واحد ملکی و معاشرتی کلچر کو پیدا کرنے والا یا کلچر کو متشکل کرنے والا نہیں ہوتا بلکہ پورا سماج اپنی تمام حرکیات کے ساتھ کلچر کی تشکیل و تعمیر میں کردار ادا کرتا ہے۔ کلچر کے اجزا میں علوم و فنون شامل ہیں، لہٰذا تعلیم کے میدان میں جو بھی ترقی ہوگی، اس ترقی کی عکاسی مخصوص معاشرتی زندگی کے کلچر کے ذریعے سے ضرور بالضرور ہوگی۔ کلچر پورے معاشرہ کا ہی نہیں ہوتا بلکہ ایک معاشرے کے اندر جتنے گروہ یا طبقات ہوتے ہیں، سب کا کلچر ہوتا ہے مگر ان طبقات کا کلچر حقیقت میں سوسائٹی کے کلچر پر منحصر ہوتا ہے۔، کلچر کے ضمن میں ایک سطح یا ایک دائرہ علاقائی ثقافتوں کا ہوتا ہے جب کہ دوسرا یا بڑا دائرہ ملکی یا قومی سطح کا ہوتا ہے جو کسی بھی ملک یا قوم کی شناخت ٹھہرتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ پروفیسر کرّار حسین اس نظریے کے حامل ہیں کہ کلچر کی تشکیل و تعمیر میں کوئی فردِ واحد نہیں بلکہ پورا معاشرہ اپنی حرکیاتی قوتوں کے ساتھ اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ یونانِ قدیم کی معاشرتی زندگی تو سُقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفہ کے ذریعے جدید دور تک اپنی عکاسی کرتی ہے۔ درحقیقت سقراط اور ارسطو نہ ہوتے تو یونانِ قدیم کی معاشرتی حالت اور کلچر کا موجودہ دور میں کیسے اندازہ لگایا جاتا! اسی طرح شیکسپیئر اپنے عہد کے معاشرے اور کلچر کے نمایندے ہیں۔ انھی کے ذریعے ایلزبتھ کے دور کے انگلستان کے کلچر کا پتا چلتا ہے۔ اسی طرح میر اور غالب اپنے اپنے عہد کے معاشرے اور کلچر کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اس کلچر کی Depiction کیوں کر ممکن تھی! اگر میر اور غالب کی تصانیف آج کے دور تک نہ پہنچ پاتیں! سُقراط جیسے عالی دماغ معاشروں کو بے سمتی کی

طرف نہیں لے جاتے بلکہ معاشروں کو کوئی سمت دے کر راہنمایانہ کردار ادا کرتے ہیں۔ ایسے بڑے دماغ رجحان ساز ہوتے ہیں۔ عام لوگوں اور خواص کے افکار و تصورات اور نظریات پر اثر انداز ہو کر معاشروں کو صحیح ڈگر پر چلاتے ہیں۔ سُقراط ہوں یا شیکسپیئر، میر ہوں یا غالب انھوں نے بڑے پیمانے پر معاشرتی زندگی کو متاثر کیا بلکہ یہ سلسلہ تسلسل کے ساتھ نسل در نسل سماجی سطح پر منتقل ہوتا رہا ہے اور ان کی غیر معمولی بصیرت سے آج بھی معاشرے رہنمائی لے رہے ہیں اور کسبِ فیض کر رہے ہیں۔ مذکورہ قلم کار اپنے معاشروں کی عظیم دانش اور اپنے اپنے کلچر کے نمایندے ہیں۔ انھی کا اعجاز تھا کہ معاشروں میں ایسے رُجحان پیدا کر رکھے تھے اور لوگ ان سے فیض حاصل کر رہے تھے۔ مذکورہ قلم کاروں کو ان کے معاشروں سے الگ کر کے دیکھا جائے تو پھر اندازہ ہو گا کہ ان کے معاشروں کی کیا حیثیت اور وقعت رہ جاتی ہے!

ایڈورڈ ڈبلیو سعید "Culture and Imperialism" میں لکھتے ہیں:

> "کلچر کسی بھی طور سے یکسانیت کی حامل شے نہیں، نہ یہ بلاشرکتِ غیرے مشرق یا مغرب کی ملکیت ہے اور نہ ہی مردوں یا عورتوں کے چھوٹے گروہوں کی"۔ (۱۹)

پروفیسر کرّار حسین نے پاکستانی قوم کے تاریخی شعور کے تسلسل، تاریخ اور کلچر کے ضمن میں لکھا ہے:

> "کلچر کسی معروف معاشرے کے مخصوص طرزِ زندگی کا نام ہے، اس لیے کلچر کے متعلق پہلا سوال اس معاشرے کی تعریف ہے جس سے وہ کلچر متعلق ہے۔ ہم کون ہیں؟ ہمارا ماضی کیا ہے! اس کے جواب میں موئن جوڈرو اور ہڑپہ اور گندھارا اور مینامتی کی مٹی ہوئی تہذیبوں سے اپنا رشتہ جوڑنا بے کار اور بے معنی بات ہے۔ ہمارا ماضی وہی ہے جہاں تک ہمارے تاریخی شعور کا تسلسل جاتا ہے۔ رشتہ جوڑنے سے رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ اب وہ تہذیبیں تاریخ کے عجائب خانے کی زینت ہیں جو قدیم آریا تہذیب یا قدیم ہندو تہذیب پر اثر انداز ہو کر خود ختم ہو چکیں۔ ہم ہند، مسلم معاشرے کا ایک بڑا حصّہ ہیں جو ۱۹۴۷ء سے ایک بدلے ہوئے تاریخی، سیاسی، جغرافیائی ماحول میں اپنی تقدیر کی منازل طے کر رہا ہے۔ اس معاشرے کی تشکیل اور استقلال میں کیا تاریخی اور تہذیبی عوامل کار فرما تھے...... لیکن چوں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک سیاسی ہی

نہیں، تہذیبی رقابت بھی چلتی رہی۔ اس لیے ہمارا قدیم ہند کی تہذیب سے رشتہ منقطع ہو گیا۔ یہاں تک کہ ہم نے اس تہذیب کو اپنے ادب یعنی فارسی اور اُردو ادب کے پس منظر میں بھی کوئی جگہ نہ دی"۔ (۲۰)

پروفیسر کرّار حسین نے بھی ڈاکٹر وزیر آغا کے اس تصور سے اختلاف کیا ہے جس میں انھوں نے پاکستانی تہذیب و تمدن کے ڈانڈے ہڑپہ اور موئن جوڈرو سے ملائے تھے۔ بنیادی عنصر تہذیب و تمدن نہیں بلکہ کلچر ہے اور کلچر کا تعلق زندہ معاشروں سے ہے۔ پروفیسر کرّار حسین اس بات کو اہم قرار دیتے ہیں کہ پاکستانی قوم کا ماضی، تاریخی شعور کا تسلسل موئن جوڈرو اور ہڑپہ سے ملانا، کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ پروفیسر کرّار حسین نے ہندو اور مسلم دو طبقاتی سماج کے امتیاز کو بھی نمایاں انداز سے پیش کیا ہے جب کہ پاکستانی معاشرے کے کلچر کی نمایندگی فارسی شعر و ادب تو نہیں کر رہا بلکہ اُردو شعر و ادب کی نفی تو نہیں کی جاسکتی۔ اُردو شعر و ادب تو پاکستانی کلچر کی نمایندگی میں اہمیت کا حامل ہے۔ کلچر در حقیقت مقامی اجزائے ترکیبی اور معاشرتی زندگی کے عناصر و عوامل سے تعبیر و عبارت ہے۔ اس لیے پاکستان کا کلچر صدیوں کی افرادِ معاشرہ کی زندگی کے نسل در نسل سماجی معلومات کی منتقلی پر مشتمل ہے۔ اس لیے یہ سوال اٹھانا کہ پاکستان کا کلچر کیا ہو گا۔ یہ سوال سرے سے ہی غلط ہے۔ پاکستان کا وہی کلچر ہے جس کی نمایندگی پاکستان کے مقامی معاشروں کے لوگ کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کلچر پیدا نہیں کیے جاتے بلکہ معاشرتی زندگی میں صدیوں کی سماجی زندگی کے تعاملات سے کلچر خُود بہ خُود پیدا ہوتے ہیں۔ معاشروں میں اگر اعلیٰ انسانی اقدار، اخلاقیات، روایات اور رویے پیدا ہوں گے تو کلچر ان کی عکاسی کرے گا۔ کلچر سے ان اجزاو عناصر و عوامل کی نمایندگی ہو گی۔ تمام انسانی معاشروں میں کلچر مقامی یا علاقائی ہوتے ہیں۔ اسی طرح پاکستان میں بھی متعدد علاقائی کلچر ہیں۔ ایک سطح پر وہ قومی دھارے کا حصہ بن جاتے ہیں جب ہم پاکستانیت یا قومی رابطے کی زبان اُردو کو مرکزی اہمیت کی حامل تصور کرتے ہیں۔ پروفیسر کرّار حسین نے لکھا ہے:

"پاکستان میں بہت سے علاقائی کلچر ہیں۔ میں سیاست کی بات نہیں کر رہا ہوں، لیکن ضرور ہے کہ کلچر کی سطح پر ہر علاقہ اپنی زندگی، اپنے طریق پر رہنے کی آزادی محسوس کرے (میں جب یہ بات کہتا ہوں تو کلچرل مسئلے اور سیاست کے تعلق سے انکار نہیں کرتا) اور اس بات کا شوق محسوس کرے کہ دوسرے علاقوں سے اپنا ربط ضبط

بڑھائے۔ ادب کی حد تک ہم قومی کلچر اس ادب کو کہہ سکتے ہیں جو اُردو اور بنگالی میں پیدا ہو رہا ہے۔ قومی کلچر اور علاقائی کلچر میں ایک گہرا رشتہ پیدا ہونے کی ضرورت ہے اور یہ بات دونوں کے لیے مفید ہے۔ اس معاملے میں پاکستان کے بڑے شہر ایک مرکزی کردار ادا کر سکتے ہیں"۔[۲۱]

پروفیسر کرّار حسین کے مضمون کے داخلی و متنی شواہد سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ مضمون اس دور کا ہے جب سقوطِ ڈھاکہ نہیں ہُوا تھا۔ اس دور میں ریاستِ پاکستان کو جو مسائل در پیش تھے وہ یقیناً پیچیدہ نوعیت کے حامل تھے۔ پاکستانی دانش وروں نے میتھیو آرنلڈ کی 'کلچر اینڈ انارکی' اور ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ کی 'نوٹس ٹو ورڈز دی ڈیفینیشن آف کلچر' کا بھی مطالعہ کیا ہو گا۔ اوّل الذکر کلچر کی ادبی تعبیرات پر مشتمل تصنیف ہے اور موخر الذکر نہایت عمیق نقاد کی تصنیف ہے۔ ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ چوں کہ کیتھولک فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لیے یورپ کے کلچر میں وحدت، یگانگت اور یکجہتی پیدا کرنے کا خواہاں تھا مگر پورے یورپ کے کلچر کو ثقافتی وحدت کی لڑی میں مذہب کی وساطت سے باوجود ہزارہا کوششوں کے پرو نہ سکا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کلچر میں مقامی یا علاقائی عناصر کی کار فرمائی کا عمل نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ پروفیسر کرّار حسین بھی پاکستان کی علاقائی ثقافتوں کے تقاضوں کو سمجھتے ہوئے، قومی کلچر کو مرکزی دھارے میں لا کر ملکی سطح پر وحدت، یگانگت اور یکجہتی کے علم بردار تھے۔ اسی لیے وہ اُردو اور بنگالی کے ادب کو قومی ادب تصور کر رہے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علاقائی ثقافتوں کے لیے ایسی فکر رکھتے تھے کہ علاقائی ثقافتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہونا چاہیے تاکہ فیڈریشن کا تصور برقرار رہے۔ اسی میں وہ علاقائی ثقافتوں اور قومی کلچر کی بہتری محسوس کر رہے تھے۔ علاقائی ثقافتوں اور قومی کلچر میں اگر چند ایک مماثلتیں ہوں تو ان کے مابین کوئی رشتہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر معاشروں کے مابین سماجی نوعیت کے تعلقات کو قائم کرنے کی بات ہو تو معاشروں اور ملکوں کے مابین سماجی انصاف اور عدل کی بنیاد پر رشتوں میں گہرائی بھی پیدا ہوتی اور رشتے قائم بھی رہتے ہیں۔ اس طرح معاشروں کی مجموعی حالت اور کیفیت کی عکاسی کلچر کے ذریعے ہوتی ہے۔ کلچر انھی عناصر و عوامل کی عکاسی کرتا ہے جو حقیقت میں معاشرتی زندگی میں موجود ہوں۔ پاکستان کے قومی کلچر کی تشکیل و تعمیر میں جن عناصر و عوامل کو بنیادی حیثیت کا حامل قرار دیا جاسکتا ہے، اُن میں جغرافیائی حدود، اُردو زبان اور وہ نظریاتی بنیادیں شامل ہیں

جن پر ریاستِ پاکستان کا وجود منصّۂ شہود پر آیا تھا اور انھی عناصر و عوامل سے پاکستانی کلچر کی تشکیل و تعمیر ہوئی ہے۔ مذکورہ عناصر و عوامل ہی پاکستانی کلچر کے ترجمان و آئینہ دار ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ Daily "The Express Tribune", "Half Sufi, half communist" Dated: November 7, 2010

۲۔ کرّار حسین، پروفیسر، سوالات و خیالات، (مرتبہ: انتظار حسین)، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص۱۰

۳۔ شیخ محمد اکرام، پاکستان کا ثقافتی ورثہ، (مرتبہ: رشید احمد جالندھری)، (مترجمہ: افتخار احمد شیروانی)، ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص۵

۴۔ Rcragun Ryan T. Cragun "Introduction to Sociology" Wikibooks, 2010, Page 44

اصل متن ملاحظہ ہو:

Generally speaking, the following elements of social life are considered to be representative of human culture: stories, beliefs, media, ideas, works of art, religious practices, fashions, rituals, specialized knowledge, and common sense".

۵۔ کرّار حسین، پروفیسر، سوالات و خیالات، (مرتبہ: انتظار حسین)، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص۱۱

۶۔ ایضاً، ص۱۲

۷۔ عابد حسین، سید، ڈاکٹر، قومی تہذیب کا مسئلہ، انجمن ترقی اُردو، علی گڑھ، ۱۹۵۵ء، ص۱۳

۸۔ کرّار حسین، پروفیسر، سوالات و خیالات، (مرتبہ: انتظار حسین)، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص۲۵

۹۔ Mathew Arnold "Culture and Anarchy" Smith, Edler & Co. London, 1869, Page 8

اصل متن ملاحظہ ہو:

"Culture is the study of perfection whereby one may make reason and the will of God prevail".

۱۰۔ Henry Van Til "The Calvinistic Conept of Culture" Grand Rapids: Baker, 2001 (Reprint of 1972 ed.), Page 28

اصل متن ملاحظہ ہو:

"Culture is the total human effort of subduing the earth together with its total achievement in fulfilling the creative will of God".

۱۱۔ Eliot, T.S. "Notes Twowards the Definition of Culture" Faber & Faber Ltd London, 2010, Page 9

اصل متن ملاحظہ ہو:

"No culture can appear or develop except in relation to a religion".

۱۲۔ خلیق انجم، ڈاکٹر، ہندوستانی قومیت اور مشترکہ کلچر، (مشمولہ: اُردو اور مشترکہ ہندوستانی تہذیب)، (مرتبہ: ڈاکٹر کامل قریشی)، اُردو اکادمی، دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۱۴۳

۱۳۔ نیر، ناصر عباس، ڈاکٹر، اُردو ادب کی تشکیلِ جدید، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۱۶ء، ص ۱۰

۱۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، پاکستانی کلچر، مشتاق بک ڈپو، کراچی، ۱۹۶۴ء، ص ۷۰

۱۵۔ Raymond Williams "The Analysis of Culture" included "Cultural Theory and Popular Culture" (Edited By John Storey), The University of Georgia Press Athens, 1998, Page 56

اصل متن ملاحظہ ہو:

"In a society as a whole, and in all its particular activies, the cultural tradition can be seen as a continual selection and re-selection of ancesters. Particularly lines will be drawn, often for as long as a

century, and then suddenly with some new stage in growth these will be cancelled or weakened, and new lines drawn".

۱۶۔ Raymond Williams "Culture and Society" Columbia University Press, New York Page 319 ,1958

اصل متن ملاحظہ ہو:

"We live in a transitional society, and the idea of culture, too often, has been identified with one or other of the forces which the transition contains. Culture is the product of the old leisured classes who seek now to defend it again new and destructive forces. Culture is the inheritance of the new rising class , which contains the humanity of the future; this class seeks, now, to free it from the restrictions".

۱۷۔ شمیم حنفی، ڈاکٹر، اُردو کا تہذیبی تناظر اور معاصر تہذیبی صورت حال: ڈاکٹر سید عبداللہ یادگاری لیکچر، شعبہ اُردو، پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص ۱۶

۱۸۔ کرّار حسین، پروفیسر، سوالات و خیالات، (مرتبہ: انتظار حسین)، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۳

۱۹۔ Edward W. Said "Culture and Imperialism" Vintage Books, New York, 1993 Page xxiv

اصل متن ملاحظہ ہو:

"Culture is not monolithic either, and is not the exclusive property of East or West, nor of small groups of men or women".

۲۰۔ کرّار حسین، پروفیسر، سوالات و خیالات، (مرتبہ: انتظار حسین)، فضلی سنز، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۴

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۶